حیثیت نسواں

قرآن کی روشنی میں

مولانا فضل الرحمٰن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

امابعد! اسلام سے پہلے عورت کی کوئی حیثیت تھی اور نہ ہی کوئی عزت بیٹی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ درگور کر دیا جاتا۔ اگر بچ جاتی تو جس مرد کی بیوی بنتی۔ اس کے رحم و کرم پر زندگی گزار دیتی۔ وہ جیسا سلوک چاہتا اس سے کرتا۔ اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوتا۔ اگر وہ اسے جوئے میں بھی ہار دیتا تو اسے بھی معیوب نہ سمجھا جاتا۔ باپ کے مرنے پر بیٹا اس کی بیوی سے شادی کر لیتا تو یہ اس کا حق سمجھا جاتا۔

لاتعداد بیویوں اور لونڈیوں کا عام رواج تھا۔ لیکن اسلام نے سب سے پہلے عورت کی صحیح حیثیت کو تسلیم کیا ہے پھر اسے ذلت و رسوائی کی دلدل سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھایا۔ بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کر دیا۔ لیکن ان کے درمیان عدل و انصاف کو شرط ٹھہرایا۔ لونڈیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کی الگ الگ حیثیت کا تعین کر کے نہ صرف ان کے حقوق وضع کئے بلکہ ان کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا جس کی وضاحت انشاءاللہ مضمون میں آئے گی۔

عورت بحیثیت بیوی

چاہیئے تو یہ تھا کہ ماں کی حیثیت کو پہلے اجاگر کیا جاتا۔ کیونکہ اسلام میں ماں کا درجہ بہت اونچا رکھا گیا ہے۔ لیکن مضمون کا آغاز بیوی کی حیثیت سے کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ پہلی عورت کی تخلیق بیوی کی صورت میں ہوئی یہی عورت کی اصل حیثیت ہے۔ دیکھا

جائے تو خاندان کی ابتداء میاں بیوی سے ہوتی ہے۔ عورت بیوی بننے کے بعد جب اولاد جنتی ہے تو ماں بنتی ہے۔ اولاد میں لڑکی ہو تو وہ بیٹی کہلاتی ہے۔ لڑکی کے ساتھ لڑکا ہو تو وہ بھائی کی بہن بن جاتی ہے۔ بیٹی ہو یا بہن انجام کار وہ بیوی ہی بنتی ہے۔ کیونکہ بیٹی یا بہن جوان ہو جائے تو گھر والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ جلدی سے کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو اس کی شادی کر دی جائے۔

تخلیقِ عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

استوصوا بالنساء فان المرأة خلقت من ضلع وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء [۱]

عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔ بے شک عورت کی تخلیق پسلی میں سے ہوئی۔ سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو توڑ دے گا۔ اگر چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے نقل کیا ہے۔

خلقت ای اخرجت کما تخرج النخلۃ من النواۃ [۲]

تخلیق سے مراد یہ ہے کہ وہ اسطرح نکالی گئی جس طرح کھجور کی گٹھلی سے کھجور کا پودا اگتا ہے۔

عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہؓ سے مسروق روایت کرتے ہیں۔

---

[۱] بخاری: ص ۷۷۹۔ مسلم:

[۲] فتح الباری: ص ۳۶۸: ج: ۶:

اخرج ابلیس من الجنه واسکن اٰدم الجنة فکان یمشی فیھا وحیشاً لیس لهٗ زوج یسکن الیه فنام نومةً فاستیقظ وعند رأسه امرأة قاعدة خلقھا اللہ من ضلعه فسألھا من انت؟ قالت امرأة قال ولم خلقت؟ قالت لتسکن الیّ قالت الملائکة ینظرون ما بلغ من علمهٗ۔

ما اسمھا یا اٰدم؟ قال حوّاء قالوا ولم؟ قال انّھا خلقت من شیٔ حی ؎۱

کہ ابلیس کو جنت سے جب نکالا گیا اور آدم علیہ السلام کو جنت میں بسایا گیا تو وہ اکیلے ہی اس میں چلتے پھرتے تھے۔ ان کا کوئی ساتھی نہ تھا جس سے سکون حاصل کرتے۔ پس وہ سوئے۔ لیکن جب جاگے تو اپنے سر کے پاس ایک عورت کو بیٹھے پایا جسکو اللہ نے انکی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ آدم علیہ السلام اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہتی ہیں کہ میں عورت ہوں پھر پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیوں پیدا کیا گیا؟ تو جواباً کہتی ہیں تاکہ تم مجھ سے سکون حاصل کرو۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے علم کو پرکھنے کیلئے ان سے پوچھا کہ اس عورت کا نام کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا حوآء۔ انھوں نے وجہ تسمیہ پوچھی تو جواب دیا۔ یہ زندہ شئی سے پیدا کی گئی ہے۔

علامہ سیوطی نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انما سمیت حوآء لانھا ام کل حی ؎۲

ان کا نام حوآء اس لیے رکھا گیا کہ وہ ہر زندہ یا ہر قبیلے کی ماں ہیں۔

یہ بھی منقول ہے کہ آدم علیہ السلام نے فرمایا۔

؎۱ ابن کثیر: ص ۷۹: جلد ۱؛ ابن جریر: ص ۲۲۹: جلد ۱، ایضاً: ص ۲۲۴، ۲۲۵: جلد ۴۔
تفسیر کبیر: ۴۵۳: جلد ۱۔

؎۲ در منثور: ص ۵۲: جلد ۱

لحمی و دمی و زوجتی فسکن الیها فلما زوجہ اللّٰہ وجعل له سکنا من نفسه[1]

کہ یہ میرا گوشت خون اور میری بیوی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حوآء کا ان سے نکاح کر دیا تو اس سے سکون حاصل کیا ان کے لیے بھی ان کے نفس سے سکون کا سبب بنایا۔ ابن کثیر ص ۳۴۸ ج ا ہی کی روایت ہے۔

وھی حوآء علیہا السلام خلقت من ضلعه الا یسر من خلقه و نائم فاستیقظ فرأھا فاعجبته فأنس الیها وأنست الیه۔

حوآء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو حوآء علیہا السلام کو دیکھا۔ وہ آدم علیہ السلام کو اچھی لگیں۔ چنانچہ وہ ان سے مانوس ہوئے اور وہ ان سے مانوس ہوئیں۔

عورت کی تخلیق اور مقصود تخلیق پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں روشنی یوں ڈالی ہے۔

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منها زوجها لیسکن الیها[2]

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان میں سے اس کے ساتھی کو بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

سورہ نساء میں جعل کی بجائے خلق کا لفظ ہے یعنی اسی نفس واحد میں سے اس کی زوج کی تخلیق کی۔

احمد مصطفیٰ المراغی نے خلق منها زوجها کی وضاحت یوں کی ہے۔

---

[1] ابن جریر: ص ۲۳۰: جلد ا۔ ابن کثیر: ص ۷۹: جلد ا۔

[2] سورۂ اعراف: آیت ۱۸۹۔

آی وخلق لتلك النفس التی ھی آدم زوجھا منھا وھی حوآء [1]

یعنی جس نفس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا گیا وہ آدم علیہ السلام تھے اور زوجہ ان کی حوآء علیہا السلام تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح فرما دیا کہ آدم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کو ان کے جسد سے نکالا گیا پیدائش وتخلیق کی اصل وجہ یہ تھی کہ آدم علیہ السلام کی وہ رفیقہ حیات بنیں اور آدم علیہ السلام کے سکون کا سبب بنیں۔ جیسا کہ خود آدم علیہ السلام کے سوال کرنے پر حوآء علیہا السلام نے کہا تھا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔

اس نے تمہارے درمیان مودت ورحمت کو رکھا۔

میاں بیوی کا رشتہ اگر قرآن وسنت کی تعلیم کے مطابق ہوگا۔ دونوں اس روشنی میں اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے تو زندگی پُرلطف اور خوشگوار گزرے گی۔

ڈارون کی تھیوری کی نفی

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ آدم علیہ السلام اور حوآء علیہا السلام کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت میں فرمائی۔ ڈارون نے جو تھیوری دی تھی کہ جرثومہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا انسان بنا ہے۔ اس نے قرآن اور بائبل میں بیان کردہ انسانی تخلیق کو ٹھکرا دیا تھا۔

قرآن پاک میں تخلیق انسان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم [2]

ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

تخلیق انسان سے پہلے اعلان ہوتا ہے۔

---

[1] تفسیر المراغی: ص ۱۷۶: جلد ۴۔

[2] سورۃ التین: آیت ۴۔

انی خالق بشرا من طین ٥ فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین ٥ فسجد الملائکۃ کلهم اجمعون ٥ الا ابلیس واستکبر وکان من الکافرین ٥ قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین ٥ قال انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین ٥ قال فاخرج منها فانک رجیم ٥ وان علیک لعنتی الی یوم الدین ٥ [1]

بے شک میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اسکو سجدہ کرنا۔ پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابلیس جس کی میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کی اس کو تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا کیا تم نے تکبر کیا یا تم نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔

اس نے جواب دیا۔ میں اس سے بہتر ہوں۔ تونے میری تخلیق آگ سے اور اس کی مٹی سے کی ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ جنت سے نکل جا بے شک تو راندہ گیا ہے اور تجھ پر قیامت کے روز تک میری لعنت ہوگی۔

انسان کو کتنا بڑا شرف حاصل ہے کہ اس کی تخلیق کا آغاز اللہ قادر مطلق نے اپنے ہاتھ سے فرمایا اور خود اس میں اپنی روح پھونکی۔ شیطان نے شرفِ انسان کا انکار کیا تو اللہ نے اپنی بارگاہ سے اسے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

پہلے انسان کی تخلیق کے بعد اس کے سکون کی خاطر اس کی زوجہ کو پیدا کیا ہے۔ پھر

---

[1] سورہ الحجر: ۳۴

جوڑے سے نسل انسانی کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔

لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ عورت کو اس کے صحیح مقام سے گرا دیا گیا۔ وہ جس نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو جنم دیا۔ جو معاشرے میں اہم کردار ادا کرتی تھی۔ جو مرد کی اولاد کی پرورش کرتی تھی۔ جو سکون و راحت کا ذریعہ اور سبب تھی۔ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ وہ ذلت و خواری کا نشان بن گئی۔

جہالت کے نکاح ـــــ ام المؤمنین حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

ان النکاح فی الجاھلیۃ کان علی اربعۃ انحاء۔ فنکاح منھا نکاح الناس الیوم یخطب الرجال ولیتہ او ابنتہ فیصدقھا ثم ینکحھا۔

بے شک جہالت کے زمانے میں چار قسم کے نکاح تھے۔

ان سے ایک نکاح جو آج بھی لوگوں میں معروف ہے وہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے اس کی بیٹی بہن کا رشتہ مانگتا۔ پھر مہر ادا کرتا اور عورت سے نکاح کر لیتا۔

ونکاح الاٰخر کان الرجل یقول لامرأتہ اذا طھرت من طمثھا ارسلی الی فلان فاستبضعی منہ ویعزلھا زوجھا ولا یمسھا ابدا حتی یتبین حملھا من ذلک الرجل الذی تستبضع منہ فاذا تبین حملھا اصابھا زوجھا اذا احب وانما یفعل ذلک رغبۃ فی نجابۃ الولد وکان ھذا النکاح نکاح الاستبضاع۔

اور دوسرا نکاح یہ تھا کہ خاوند اپنی بیوی سے کہتا جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی کہ فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے بیٹا لے کر آ۔ اس کا خاوند اس سے الگ رہتا اور اس وقت تک بیوی کو ہاتھ نہ لگاتا جب تک اس آدمی سے اس کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا جس سے وہ بچہ لینے گئی تھی۔ جب حمل ظاہر ہو جاتا پھر اگر اس کا خاوند پسند کرتا تو اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرتا۔

مرد یہ کام اولاد کو اونچا نسب دلانے کی خاطر کرتا اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا۔

ونکاح آخر یجتمع الرھط ما دون العشرۃ فیدخلون علی المرأۃ کلھم یصیبھا فاذا حملت ووضعت ومر علیھا لیال بعد ان تضع حملھا ارسلت الیھم فلم یستطیع رجل منھم ان یمتنع حتی یجتمعوا عندھا تقول لھم قد عرفتم الذی کان من امرکم وقد ولدت فھو ابنك یا فلان تسمی من احبت باسمہ فیلحق بہ ولدھا ولا یستطیع ان یمتنع بہ الرجل۔

تیسرا نکاح یہ تھا کہ دس سے کم لوگ ایک عورت کے پاس آتے تھے۔ وہ سب کی حاجت کو پورا کرتی یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی۔ اور بچہ جنتی۔ جب چند راتیں گزر جاتیں تو وہ سب کو بلا لیتی۔ ان میں سے کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ اس عورت کے بلانے پر نہ جائے۔ یہاں تک کہ وہ سب مرد اس کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ ان سے کہتی کہ جو معاملہ تمہارا میرے ساتھ رہا ہے تم اس سے واقف ہو۔ اب میں نے لڑکا جنا ہے۔ اے فلانے یہ تیرا بیٹا ہے۔ وہ اس کا نام پکار دیتی جس کو وہ پسند کرتی پس وہ اس کے بیٹے کو لے لیتا اور اس کی انکار کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ عورت کے کہنے مطابق اس کو بیٹا بنا لیتا۔

ونکاح الرابع یجتمع الناس الکثیر فیدخلون علی المرأۃ لا تمتنع ممن جاءھا وھن البغایا کن ینصبن علی ابوابھن رایات تکون علما فمن ارادھن دخل علیھن فاذا حملت احداھن ووضعت حملھا جمعوا لھا ودعوا القافۃ ثم الحقوا ولدھا بالذی یرون فالتاط بہ ودعی ابنہ لا یمتنع من ذلك فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم۔[1]

اور چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ ایک عورت پر داخل ہوتے وہ ان میں سے کسی کو منع نہ کرتی اور یہ فاحشہ عورتیں ہیں اور ان کے گھروں پر جھنڈے نصب ہوتے

[1] بخاری: ۷۶۹

تاکہ ان کی جگہ کی نشانی رہے۔ پس جو کوئی ارادہ کرتا ان کے پاس آتا۔ وہ کسی کو نہ روکتیں۔ جب ان میں کوئی حاملہ ہوتی۔ بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے والے سب مرد جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلا لیتے اس کے قیافے کے مطابق جس کا بیٹا سمجھتے اس کے سپرد کر دیتے وہ اسی کا بیٹا کہلواتا۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جہالت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا گیا سوائے اس نکاح کے جو آج لوگوں میں معروف ہے۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہالت میں عورت کا کیا مقام تھا اور نکاح جیسی سنت کا کیا حال ہو گیا تھا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح[1]

چار چیزیں مرسلین علیہم السلام کی سنت ہیں حیاء۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے۔

واللہ ان کنا فی الجاھلیۃ ما نعد للنساء امرا حتی انزل اللہ فیھن ما انزل وقسم لھن ما قسم[2]

اللہ کی قسم ہم جہالت کے زمانے عورتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے بارے میں جو نازل کرنا تھا وہ کیا اور جو ان کو دینا تھا دیا۔

یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ عورت کو عزت و تکریم سے نوازا گیا۔ مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا۔

بیویوں کے حقوق: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں خاوندوں اور بیویوں کے لیے آیت

---

[1] ترمذی: ص ۱۶۰، جلد ا۔

[2] بخاری: ص ۷۳۰-۸۶۹۔

کے ایک ٹکڑے میں جو فرمایا ہے اس میں میاں بیوی کا تعلق اپنے معراج پر نظر آتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

هن لباس لکم و انتم لباس لهن [1]

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

لباس ایسی چیز ہے جس سے انسان گرمی سردی سے بچتا ہے۔ اس کے ساتھ ستر پوشی کرتا ہے خوبصورت نظر آتا ہے۔ لباس ہی انسان کے جسم پر سب سے زیادہ قریب تر رہنے والا ہے۔ سبحانہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان مودت و رحمت رکھنے کے ساتھ دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر حقوق میں برابری اور کیا ہو سکتی ہے کہ مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس بنا دیا۔ دونوں دوسرے کے قریب رہیں۔ پیار و محبت سے اپنی زندگی کو خوبصورت بنائیں۔

نکاح کے بعد عورت کا سب سے پہلا مرد پر حق یہ ہے کہ مقرر کردہ مہر کی رقم عورت کو ادا کی جائے۔ ہمارے ہاں مہر کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو کثیر رقم مقرر کر دی جائے اور دوسری طرف مہر باندھنے یا لینے کو توہین سمجھا جاتا ہے۔ ۳۲ روپے ۱۰ آنے کو ہی شرعی مہر سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ مہر کی یہ رقم قرآن و سنت میں کہیں بھی بیان نہیں کی گئی؟ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مہر مرد کی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف مقرر کیا جائے بلکہ نکاح کے موقعہ پر ادا کر دیا جائے قرآن و سنت کی یہی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اٰتوهن اجورهن بالمعروف [2]

معروف طریقے سے ان کے مہران کو ادا کرو۔

اٰتوهن صدقاتهن نحلة [3]

---

[1] سورۃ البقرہ: ۱۸۷:

[2] سورۃ النساء: آیت ۲۵

[3] سورۃ نساء: آیت ۴: نسائی: ص ۷۸: جلد ۲

عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے مہر ادا فرمائے اور اپنی بیٹیوں کے مہر ادا کروائے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا تو آپ کا مہر موقعہ ہی پر ادا کیا۔

فزوجها النجاشي النبي صلى الله عليه وسلم وامهرها عنه اربعة الاف وبعث بها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

پس نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور اپنے پاس سے چار ہزار مہر کی رقم ادا کی اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا دیا۔

عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مہر کی رقم پانچ درہم ہوا کرتی تھی۔ جس کا بارہ اوقیہ سے کچھ اوپر وزن ہوتا تھا۔[2]

لیکن جو مہر ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا تو قرآنی آیات کو ہی اس کی طرف سے مہر مقرر کر دیا جاتا تھا ایک غریب وفقیر انسان کا آپ نکاح پڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

هل معك من القرآن شيء؟ قال نعم سورة كذا وسورة كذا اسماها فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم قد زوجتكما بما معك من القرآن[3]

کیا تمہارے پاس قرآن میں سے کچھ ہے یعنی کچھ قرآن یاد ہے؟ تو وہ کہتا ہے جی ہاں فلاں فلاں سورت مجھے یاد ہے۔ وہ سورتوں کے نام لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد: ص ۲۸۷

[2] دارمی: ص ۲۹۲، نسائی: ص ۸۷ جلد ۲

[3] نسائی: ص ۶۹، دارمی: ص ۲۸۱، ابن ماجہ (مفتاح الحاجہ) ص ۱۳۷، ترمذی: ص ۱۶۵

فرماتے ہیں جو کچھ قرآن میں سے تجھے یاد ہے اس کے بدلے میں اس عورت کو تیری زوجیت میں دیتا ہوں۔

عورت کا مہر نکاح کے موقعہ پر ادا ہو جائے تو بہتر ہے۔ سب سے احسن صورت یہ ہے کہ جو زیورات پہنائے جاتے ہیں وہ مہر کے طور پر دولہن کو دے دیئے جائیں۔

دوسرا حق یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ معاشرت انتہائی اچھی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ قرآن کا یہی حکم ہے۔

عاشروھن بالمعروف [1]

ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔ اچھا سلوک کرو۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی خاوند کا فرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة [2]

پس ایک ہی طرف بالکل نہ جھک جاؤ اور باقی جو ہیں ان کو معلق رکھو۔

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة [3]

اگر تمہیں ڈر ہے کہ انصاف نہ کر پاؤ گے تو ایک ہی بیوی رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قال من کان له امرأتان یمیل لاحدھما علی الاخریٰ جاء یوم القیامة احد شقیه مائل [4]

جس شخص کی دو بیویاں ہوں۔ وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف زیادہ جھک جائے تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

---

[1] سورۃ النساء: آیت ۱۹

[2] سورۃ النساء: آیت ۱۲۹

[3] سورۃ نساء: آیت ۳

[4] نسائی: ص ۸۳: جلد ۲ ایضاً دارمی: ص ۲۸۴

اسلام نے مرد کو اتنی بھی اجازت نہیں دی کہ ایک بیوی کی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ ہو اسلام نے واضح طور پر اعلان کر دیا اگر تم اپنی بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے تو ایک ہی بیوی رکھو۔

اسلام پر اعتراض کرنے والوں کا تعدد ازدواج پر بڑا زور ہوتا ہے ۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں خواتین اس معاملے کو بڑا اچھالتی ہیں ۔ مغرب کیا اپنے ہاں کی خواتین کا ذہن بھی اس بارے میں صاف نہیں ۔ حالانکہ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ جو مرد عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت ہی نہیں قرآن نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم [1]

اگر تم اس بات کی حرص رکھو کہ تم بیویوں کے درمیان عدل کرو تو تم ہرگز نہیں کر سکتے۔

اس کے باوجود بات سمجھ میں نہ آئے تو یہ انسانی فکر کی کوتاہی ہوگی ۔ ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ Mrs, Annie Besant نے اپنی مشہور کتاب (The life & teaching of Mohammad P.31)

میں بڑی عمدہ بات کہی ہے ۔ کہ عورت کے لیے بہتر ہے ۔ اس کے لیے مسرت و عزت ہے کہ وہ ایک آدمی کی دوسری بیوی ہو کر رہے ۔ اس کی باہوں میں اس مرد کا جائز بچہ ہو ۔ اس کے گھر میں اس کی عزت ہو ۔ نہ کہ وہ کئی مردوں کی ہوس کا نشانہ بنے ۔ کسی کا ناجائز بچہ لیے ہوئے بازاروں میں دھکے کھاتی پھرے ۔ نہ کوئی اس کی حفاظت کرنے والا ہو اور نہ ہی کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہو ۔

اسلام نے مرد کو برائی سے بچانے کے لیے تعدد ازدواج کی مشروط اجازت دی ہے ۔ مغربی خواتین اس کو تو برداشت کر لیتی ہیں کہ ان کے خاوند دوسری

---

[1] سورۃ النساء : آیت ۱۲۹

عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کرلیں لیکن اسلامی تعلیم کے مطابق دوسری شادی نہ کرلیں ۔خاص طور پر مغربی ممالک میں تو عورت کی عزت ہی نہیں رہی ۔امریکہ جیسے ملک میں اب ہر دوسری شادی طلاق کی نذر ہو جاتی ہے ۔وہاں جائز اور ناجائز کی تمیز ہی نہیں رہی ۔

اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے جو مرد اور عورت کی فطرت پیش نظر رکھتا ہے کیونکہ اسلام اس کا دین ہے جو انسان کا خالق و مالک ہے ۔اس سے بڑھ کر انسان کو کوئی سمجھنے والا نہیں ۔اس نے انسان کو اسی کا مکلف بنایا ہے جس کا وہ اہل ہے ۔

مغربی ممالک میں عموماً میاں بیوی دونوں کام کرتے ہیں ۔صبح گھر سے نکلتے ہیں ۔شام تھکے ہارے واپس لوٹتے ہیں ۔ازدواجی زندگی کا کوئی مزا ہی نہیں ۔ مادہ پرستی نے گھروں کے سکون کو برباد کر دیا ہے ۔اولاد والدین کی دیکھ بھال ۔محبت و شفقت اور رہنمائی سے محروم رہتی ہیں ۔اسی لیے اسلام نے مرد کی یہ ذمہ داری بنادی کہ وہ کاروبار کرے یا محنت مزدوری بہر حال اپنے گھر کا خرچ چلاتا ہے ۔جو کھاتا ہے وہی بیوی کو کھلاتا ہے اور جو پہنتا ہے وہی بیوی کے لیے بھی لاتا ہے ۔ اس کو رفیقہ حیات سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے ۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی [1]

تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہو اور تم میں سے اپنے اہل کے لیے سب سے زیادہ اچھا ہوں ۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔

---

[1] ترمذی : ص ۲۵۲ : جلد ۲ ۔ دارمی : ص ۲۹۲ ۔ ابن ماجہ (مفتاح الحاجہ) ص ۱۴۳

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عملی نمونے کے ذریعے اپنی امت کی راہنمائی فرمائی۔ بیویوں کے ساتھ جیسا سلوک ہونا چاہیئے آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے کر کے دکھا دیا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے بیوی اور اہل کے لیے اچھا ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اسلام نے معیار بنا دیا کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔ بلکہ اکمال ایمان کا پیمانہ بنا دیا۔

ام المومنین عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

ان من اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله [2]

بے شک مؤمنوں میں پورے ایمان والا وہ ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل کے ساتھ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والا ہو۔

نیک صالحہ بیوی کے بارے میں اسلام نے جو کہا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

ان الدنيا كلها متاع وخير المتاع الدنيا المرأة الصالحة [3]

---

[1] سورۃ احزاب : آیت ۲۱۔

[2] ترمذی : ص ۹۹ : جلد ۲۔

[3] نسائی : ص ۶۴ : جلد ۲ : ۔ ابن ماجہ (مفتاح الحاجۃ) ص ۱۳۷ مسلم : ص ۴۸۵ : جلد ۱ : احمد : ص ۱۶۸ جلد ۲

بے شک ساری دنیا ایک سامان ہے۔ اور دنیا میں بہترین چیز نیک صالحہ بیوی ہے۔

عورت کو اس سے بڑھ کر اور عزت والا کیا مقام مل سکتا ہے؟ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ عورت کے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں سید الانبیاء مصطفیٰ و مجتبیٰ رحمۃ اللہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملتی ہے وہ ہمیشہ دن کا روزہ رکھتے ہیں اور رات قیام کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ ان سے دریافت فرماتے ہیں۔

انك تصوم النهار وتقوم الليل قلت بلى يارسول قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم۔

تم دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات قیام کرتے ہو (عبداللہ عمرؓ سے مروی ہے) کہ میں نے کہا جی ہاں اللہ کے رسول اللہ نے فرمایا ایسا مت کیا کرو۔ روزہ رکھو اور نہ بھی رکھو رات کو قیام کرو اور آرام بھی کرو۔

فان لجسدك عليك حقا وان لروحك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا [1]

بے شک تیرے جسم کا تیرے اوپر حق ہے۔ اور بے شک تیری روح کا تیرے اوپر حق ہے۔ اور بیشک تیری بیوی کا تیرے اوپر حق ہے۔ بخاری[2] کی دوسری روایت میں عین اور نفس کا ذکر ہے۔ کیسی فطرت کے عین مطابق تعلیم ہے۔ ہر روز روزہ رکھو گے اور ہر رات قیام کرو گے تو جسم کمزور ہو جائے گا۔ صحت خراب ہو جائے زندگی بدمزہ ہو جائے گی جس کو تم بیوی بنا کر لائے۔ اس کا بھی تو تم پر حق ہے۔ حقوق اللہ کو ادا کرتے ہوئے حقوق العباد کو بھول گئے تو تمہارا معاملہ سیدھا کیسے ہوگا؟ لہٰذا آپ نے جلیل القدر صحابی کو اپنی

---

[1] بخاری: ص ۷۸۳

زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کا حکم دیا۔ جسم و روح کے ساتھ بیوی کا ذکر فرمایا۔ اپنا اور بیوی کا خیال رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے حوا کی تخلیق اس لئے نہیں فرمائی تھی کہ دونوں الگ الگ رہیں۔ اللہ کی بندگی اور عبادت میں منہمک رہیں۔ یہ تو اسلام نہیں۔ اسلام میں رہبانیت اور سادھوپن کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تو دین فطرت ہے۔ اسلام فطری اصولوں کو اپنانے کا حکم دیتا ہے۔

عون بن ابی جحیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی اور ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔

فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلة فقال لها ما شانك؟ قالت اخوك ابو الدرداء ليس له حاجة فی الدنيا فجاء ابو درداء فصنع له طعاما

پس سلمانؓ اپنے بھائی ابو الدرداءؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے ام الدرداء یعنی ان کی بیوی کو بناؤ سنگھار سے بے رغبت پایا۔ سلمانؓ نے اس کی وجہ پوچھی ام الدرداء نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی کو دنیا سے کوئی حاجت نہیں۔

فقال كل فانی صائم قال ما انا اكل حتی تاكل فاكل فلما كان الليل ذهب ابو درداء يقوم فقال نم فنام ثم ذهب يقوم قال نم فلما كان من اٰخر الليل قال سلمانؓ قم الان فصليا فقال لهٗ سلمانؓ ان لربك عليك حقا ولنفسك عليك حقا ولاهلك عليك حقا فاعط كل ذی حق حقهٗ فاتی النبی صلی اللہ علیه وسلم فذكر ذلك لهٗ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم صدق سلمانؓ [1]

---

[1] بخاری: ص ۲۶۴

اتنے میں ابوالدرداءؓ آگئے۔ انہوں نے سلمان کے لیے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا کہ آپ کھائیے میں روزے سے ہوں سلمان نے جواب دیا کہ میں اسوقت تک نہ کھاؤں گا جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ جب رات ہوئی تو ابوالدرداءؓ قیام کرنے لگے تو سلمان نے ان کو روک دیا اور کہا سو جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے تو سلمانؓ نے دوبارہ روک دیا جب رات کا آخری پہر ہوا تو سلمان نے کہا کہ اب اٹھو۔ پس دونوں نے قیام کیا۔ اس کے بعد سلمان نے ان سے کہا کہ بیشک تیرے رب کا تم پر حق ہے۔ تیرے نفس کا تم پر حق ہے۔ پس ہر حق دار کا حق ادا کرو۔ ابوالدرداء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلمان والی بات عرض کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلمان نے سچ کہا۔

اسلام نے عورت کو نہ صرف حقوق سے نوازا بلکہ جس طرح ان کی حفاظت کا بندوبست کیا اس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

اچھی بیوی

جہاں اسلام نے بیوی کو حقوق سے نوازا ہے وہاں اس پر خاوند کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری بھی عائد کی ہے۔ اچھی بیوی بننے کے لئے جو کچھ ضروری ہے اب اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فليدخل من اى ابواب الجنة شاءت[۱]

بیوی جب پانچ نمازیں پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ خاوند کی تابعداری کرنے

---

[۱] مشکوٰۃ: ص ۲۸۱، بحوالہ حلیۃ الاولیاء۔ ایضاً تفسیر ابن کثیر: ص ۴۹۱: جلد ا بحوالہ احمد عبدالرحمٰن بن عوف۔

والی عورت جنت میں داخل ہونے کے لیے کوئی رکاوٹ اپنی راہ میں نہیں پائے گی۔ جنت کا ہر دروازہ اپنے لیے کھلا پائے گی۔ کیونکہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی خاوند کی اطاعت کرنا اور اس کے لیے باعث سکون وراحت بننا تھا۔ لہٰذا جب عورت اپنے میاں کی اطاعت کرتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرۃؓ کے حوالے سے امام ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خیر النساء امراۃ اذا نظرت الیھا سرتك واذا امرتھا اطاعتك واذا غبت عنھا حفظتك فی نفسھا ومالك [1]

عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تجھے خوش کر دے جب تو اسے کوئی حکم دے تو اس کو بجالائے جب تو سفر پر جائے تو اپنے نفس اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔

خاوند کو بتایا جا رہا ہے کہ بہترین بیوی وہ ہے کہ جب اس کا خاوند اسے دیکھے تو اسے وہ خوش کر دے۔ تھکا ہارا جب گھر لوٹے تو بیوی کی طرف دیکھتے ہی اس کی ساری تھکاوٹ دور ہو جائے۔

ہمارے ہاں عجیب سا معمول بن گیا ہے کہ عورت جب گھر میں ہوتی ہے تو معمولی سے کپڑے پہنے رہتی ہے۔ بناؤ سنگھار کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی۔ لیکن جب بازار جاتی ہے یا رشتہ داروں کے ہاں آتی جاتی ہے تو اچھے کپڑے پہنتی ہے۔ خوب بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لیے بنتی سنورتی نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانے کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے اور اچھے کپڑے پہنتی ہے۔ حالانکہ یہ خاوند کا حق ہے۔ جب خاوند گھر آئے تو اس کو خوش کرنا۔ اس کو اچھا لگنا یہ عورت کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا۔ جب تو اپنی

---

[1] تفسیر ابن جریر: ص ۶۰ : پ۵ : تفسیر ابن کثیر: ص ۴۹۱ : جلد ۲

بیوی کو دیکھے تو خوش کر دے۔

اچھی بیوی وہی ہے جو اپنے خاوند کی اطاعت کرنے والی اور اس کی مرضی کے مطابق چلنے والی ہو۔ اس کی ضروریات اور حاجت کا خیال رکھنے والی ہو۔
طلق رضی اللہ عنہ بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته وان كانت على التنور [1]

جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اس کو چاہیئے کہ اس کے پاس آئے اگرچہ وہ تنور ہی پر کیوں نہ ہو یعنی خاوند کے حکم کی تکمیل کرنا اس پر واجب ہے۔ اس کی مزید وضاحت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمائی۔

[2]
لو كنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت الامرأة ان تسجد لزوجها

اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی ایک کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو کرے۔

قیس رضی اللہ عنہ بن سعد سے مروی ہے۔

اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم احق ان يسجد له فاتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انى اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان يسجد لك فقال لى ارايت لو مررت بقبرى اكنت تسجد له؟ فقلت لا فقال لا تفعلوا لو كنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم عليهن من حق [3]

میں حیرہ آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں

---

[1] ترمذی: ص ۱۷۲: جلد ۱۔

[2] ترمذی: ص ۱۷۲: جلد ۱۔
[3] ابوداود: ص ۲۹۱

میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ میں حیرۃ گیا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ پس آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے گا تو کیا تو اس کو سجدہ کرے گا میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم ایسا مت کرنا۔

اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دینے والا ہوتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے لیے ان پر عائد کر رکھا ہے۔

چونکہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں جائز نہیں لہٰذا عورتوں کو اس کا پابند نہیں بنایا گیا۔ لیکن اس سے یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ مردوں کا عورتوں پر بڑا حق ہے۔ جس کی بنا پر عورتوں کو اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت کی صورت میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

اگر عورت اپنے خاوند کی اطاعت نہیں کرتی تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور اس کے فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ابوہریرۃ رضی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا دعا الرجل امرأة الی فراشه فابت ان تجی (فبات غضبان) لعنتها الملائکة حتی تصبح [1]

---

[1] بخاری: ص ۷۸۲: مسلم: ص ۶۴۴: جلد ا۔

جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے پس عورت انکار کر دے۔ مسلم کے الفاظ ہیں کہ مرد رات غصے میں گزارے تو فرشتے صبح تک عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعوا امرأۃ الی فراشہا فتابی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطا حتی یرضی عنہا [1]

قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے۔ پس وہ انکار کر دیتی ہے۔ تو وہ جو آسمان میں ہے اس عورت پر ناراض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

خاوند کو ناراض کرنے والی عورت کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ جس مقصد کے لیے اس کی تخلیق کی گئی اس کو اس نے نظر انداز کر دیا بیوی کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب خاوند گھر سے غائب ہو۔ کام پر جائے یا کسی سفر پر روانہ ہو تو اس کے حقوق میں خیانت نہ کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں گھر اور اہل گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے۔

ارشاد نبوی ہے۔

المرأۃ رعیۃ علی اھل بیت زوجھا وولدہ [2]

عورت اپنے خاوند کے اہل بیت اور اس کی اولاد کی نگران ہے۔ اس بارے میں وہ جواب دہ ہوگی حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[1] بخاری: ص ۷۸۲۔

[2] بخاری: ص ۷۵۰۱ مسلم: ص

فاما حقکم علی نسآئکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون [۱]

پس عورتوں پر حق ہے کہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ان کو گھروں میں آنے دیں جنہیں تم پسند نہ کرتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاوند موجود ہو تو اس کی اطاعت کرے اور جب موجود نہ ہو تو اس کی پسند اور ناپسند کا خیال کرتے ہوئے گھر کی دیکھ بھال کرے۔ جو ذمہ داریاں اسے سونپی جائیں ان کو احسن انداز میں نبھائے۔ فضول خرچی سے اجتناب کرے۔ اولاد کی اچھی تربیت کرے۔ خاوند کے عزیز و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اخلاق حمیدہ کو اپناتے ہوئے بلند کردار کا مظاہرہ کرے۔ حسن گفتار اور سوچ و بچار سے اپنے دُنیاوی گھر کو جنت بنائے۔ خاوند کے گھر ہی کو اپنا حقیقی ٹھکانا سمجھے۔ معمولی معمولی گھریلو تنازعات کو اپنے گھر تک ہی محدود رکھے۔ اپنا ہر معاملہ اللہ کی مخلوق کی بجائے اللہ کے سپرد کرے۔ جو بیوی ایسے محاسن کی مالکہ ہو گی وہ بہترین اور کامیاب ترین بیوی کہلانے کی مستحق ہو گی یہی عورت کی اصل حیثیت ہے۔

عورت بحیثیت ماں

عورت بیوی بننے کے بعد جب اولاد جنتی ہے تو ماں بن جاتی ہے۔ پہلے تو خاوند کی اطاعت اور اس کے گھر کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن ماں بننے کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے ماں کا ذکر یوں فرمایا۔

---

[۱] ترمذی؛ ص ۱۷۲ ؛ جلد ۱۔ مجمع الزوائد؛ ص ۲۶۶ ؛ جلد ۳۔

حملته امّه کرها و وضعته کرها [1]

اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اٹھایا اور تکلیف سے جنا۔

نو ماہ بچے کو پیٹ میں اٹھائے پھرنا۔ تکلیف سے جننا۔ پیدائش کے بعد دو سال دودھ پلانا۔ گرمی سردی میں دن رات ایک کر کے پرورش کرنا۔ یہ بڑا ہی مشکل کام ہے لیکن عورت صبر و تحمل اور خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام دیتی ہے۔ اللہ کو منظور ہو تو متعدد بار اس آزمائش میں آزمائی جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ماں بننے کے عمل کا خاص طور پر ذکر فرمایا تاکہ ماں کی عزت و تکریم بڑھ جائے۔

اسلام سے پہلے عورت کی ماں بن جانے کے بعد بھی کوئی عزت نہ تھی۔ لیکن اسلام کے ذریعہ ماں کے درجہ کو انتہائی بلندی پر پہنچا دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ من احق بحسن صحابتی؟ قال امك۔ قال ثم من؟ قال امك قال ثم من؟ قال امك قال ثم من؟ قال ابوك [2]

اے اللہ کے رسول میرے اچھے سلوک اور اچھی معاشرت کا حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے پھر کہا۔ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا۔ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے پھر عرض کیا۔ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ

تین مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیری بہترین معاشرت کی مستحق تیری ماں ہے۔ چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ آپ کے اسی ارشاد مبارک

---

[1] الاحقاف: آیت ۱۵۔

[2] بخاری: ص ۸۸۲ ۔ مسلم: ص ۳۱۲، ج ۲۔

سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے ماں کے رتبے کو کس قدر بلند کیا۔

جہاد میں شریک ہونے کے لیے مشورۃ طلب کرنے کی خاطر ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

هل لك من ام ؟ فقال نعم قال الزمها فان الجنة (تحت) عند رجلها [1]

کیا تمہاری ماں ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا۔ تم اس کے پاس رہو۔ اس کے پاؤں کے پاس جنت ہے۔

یعنی اس کی خدمت کرتے رہو۔ اس کی خدمت کرنے کی بناء پر تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اس لیے کہ عورت ماں کی حیثیت میں اپنی اولاد کے جو کچھ کرتی ہے۔ مرد نہیں کر سکتے۔

اسما بنت ابی بکر الصدیق رضؓ سے منقول ہے کہ ان کی مشرکہ والدہ صلح حدیبیہ کے بعد ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

ان امی قدمت وهی راغبة قال نعم صلی امك [2]

میری ماں آئی ہے اور مجھ سے صلہ رحمی کی توقع رکھتی ہے کیا میں صلہ رحمی کروں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔

مشرکہ ماں کے بارے میں بھی آپ نے صلہ رحمی اور اچھے سلوک کا حکم فرمایا کیونکہ یہی قرآن کی تعلیم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وان جاهداك على ان تشرك بی ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنيا معروفا [3]

---

[1] الترغیب والترہیب: ص ۳۱۶: جلد ۳۔ احمد: ص ۴۲۹: جلد ۳ مشکوٰۃ: ص ۴۲۱۔ ابن ماجہ: ص ۲۰۵ (مفتاح الحاجہ) نسائی: ص ۴۸۰ جلد ۲۔

[2] بخاری: ص ۸۸۴ [3] سورہ لقمان: آیت ۱۵

اگر تمہارے والدین تمہیں مشرک بنانے کی کوشش کریں جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں تو ان کی بات مت مانو لیکن دنیا میں اچھی طرح ان کے ساتھ رہو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔

جب والدین شرک کی دعوت دیں تو اس کو قبول نہ کرنے کا حکم ہے لیکن ساتھ ہی ارشاد ربانی ہے کہ دنیاوی معاملات میں ان کی عزت کرو کیونکہ دینی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور تابعداری ہوگی۔ لیکن دنیوی زندگی میں والدین کے حق کو بلند ہی رکھا۔ پھر والدین میں سے ماں کا درجہ و مقام بلند تر کر دیا گیا۔

جب مشرکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا تو مسلمان ماں کا مقام کیا ہوگا؟

امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔

کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ آت فقال شاب یجود بنفسہ فقیل لہ قل لا الہ الا اللہ فلم یستطع فقال کان یصلی؟ فقال نعم فنہض رسول اللہ صلی علیہ وسلم ونہضنا معہ فدخل علی الشاب فقال لہ قل لا الہ الا اللہ فقال لا استطیع قال لم؟

قال کان یعق والدتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احیۃ والدتہ؟ قالوا نعم قال آدعوھا فدعوھا فجاءت فقال ھذا ابنک؟ فقالت نعم فقال لھا ارایت لو اججت نار ضخمۃ فقیل لک ان شفعت لہ خلینا عنہ الا حرقناہ۔ بھذہ النار اکنت تشفعین لہ؟ قالت یارسول اللہ اذا اشفع لہ قال فاشھدی اللہ واشھدینی قد رضیت عنہ قالت اللھم انی اشھدک واشھد عند رسولک انی قد رضیت عن النبی فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاغلام قل لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

فقال لها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی انقذہ بی من النار [1]

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا ایک نوجوان قریب المرگ ہے۔ جب اس سے کہا جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو وہ کہہ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟ عرض کیا گیا جی ہاں پس آپ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ آپ نوجوان کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ کہو۔ اس نے عرض کیا میں کہہ نہیں پاتا آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ وہ والدہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا۔ کیا اس کی والدہ حیات ہے؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا۔ اس کو بلاؤ پس اس کو بلایا گیا اور وہ آئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر بہت بڑی آگ جلائی جائے اور تم اس کی شفاعت کرتی ہو تو ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو اس آگ میں جلا دیں گے کیا تم اس کی شفاعت کرو گی۔ عورت نے کہا ہاں آپ نے فرمایا۔ اللہ اور مجھ کو گواہ بناؤ کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو اس عورت نے کہا۔ اے اللہ میں تجھے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے کہو اللہ کے سوا کوئی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں (ماں کے معاف کرنے کے بعد) لڑکے نے اللہ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے میرے ذریعے اس کو آگ سے بچا لیا۔

مسلمان اولاد کو سمجھا دیا گیا کہ ماں کی خدمت کرنا باعث رحم و بخشش ہے۔ جب

---

[1] الترغیب والترہیب: ص ۲۳۱: جلد ۳۔

تک ماں راضی نہیں ہو گی تو ہر قسم کی عبادت نجات کا سبب نہیں بن سکتی۔ حالانکہ اسلام سے پہلے باپ کی بیوی سے شادی کو بھی معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ماں کی (چاہے سگی ہو یا سوتیلی) عظمت کو داغدار ہونے سے جس طرح بچایا ہے۔ اس کا اندازہ براء بن عازب کی روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان سے مروی ہے۔

مر بی خالی ابو بردہ بن نیار ومعہ لواء فقلت این تذھب فقال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل تزوج امرأۃ ابیہ اتیہ برأسہ [۱]

میرے خالو ابو بردہ بن نیار میرے پاس سے گزرے ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں انہوں نے جواب دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنا باپ کی بیوی سے شادی کر لی ہے تاکہ میں آپ کی خدمت میں اس کا سر پیش کر دوں۔

جو شخص ماں کی حرمت کو پامال کرتا ہے اسلام اس کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ ماں کی عزت و عظمت کو نہ صرف بحال کیا بلکہ اس کے پاؤں کے نیچے جنت رکھ دی۔

اچھی مسلمان ماں

اچھی ماں وہ ہے جو اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے۔ ماں کی گود ہی بچے کی پہلی تربیت ہے۔ ماں دیندار ہو گی۔ اسلامی تعلیم کو سمجھنے والی اور اس کے مطابق عمل کرنے والی ہو تو اس کی اولاد بھی معاشرے میں بہترین کردار ادا کرنے والی ہو گی۔ جتنی ماں خود دین سے دور ہو گی اتنی اس کی اولاد بھی برائی کو اپنانے والی اور اچھائی کو ٹھکرانے والی ہو گی۔

اسلامی تاریخ میں بے شمار مسلمان ماؤں کے واقعات موجود ہیں جنہوں نے اپنی اولادوں کو اللہ کی راہ میں کمال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش کیا۔ ان کی

---

[۱] دارمی: ص ۲۸۹/ نسائی: ص ۵۷، جلد ۲: ترمذی: ص ۲۱۲: جلد ۱، ابو داؤد: ص ۶۱۲،
ابن ماجہ مفتاح الحاجۃ: ص ۱۹۰۔

شہادت کو اپنے لیے عین فخر سمجھا۔

عرب کی مشہور شاعرہ خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوتی ہیں۔ جس دن لڑائی شروع ہونے والی تھی۔ اس کی صبح کو اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں۔

بے شک تم اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوئے اور ہجرت کی۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم ایک ہی مرد اور عورت کے بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے باپ کی کبھی خیانت نہیں کی اور نہ ہی تمہارے ماموؤں کو رسوا کیا ہے۔ نہ ہی تمہارے حسب کو داغدار کیا ہے۔ نہ ہی تمہارے نسب کو تبدیل کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اللہ نے کافروں سے لڑائی لڑنے پر مسلمانوں کے لیے کتنا زیادہ ثواب رکھا ہے۔ جان لو کہ باقی رہنے والا گھر فانی گھر سے بہتر ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [1]

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور ایک دوسرے کو تھام رکھو اور اللہ سے ڈر جاؤ تاکہ تم فلاح پاؤ

لہٰذا اگر اللہ نے چاہا کہ تم سلامتی کے ساتھ صبح کرو تو اچھی طرح اپنے دشمن کو دیکھ کر لڑائی کے لیے نکلنا۔ اللہ کے دشمنوں کے خلاف اس سے مدد چاہتے ہوئے میدان میں جانا۔ جب تم دیکھو کہ لڑائی کا میدان گرم ہو گیا ہے۔ لڑائی کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ لڑائی کی آگ نے ہر شئی کو ڈھانپ لیا ہے۔ تو تم عین لڑائی کے وسط کا ارادہ کرتے ہوئے میدان میں اترنا۔ دشمن کے سرداروں کو اپنی تلواروں کا نشانہ بنانا

---

[1] سورہ آل عمران: آیت ۲۰۰۔

دائمی اور ابدی گھر میں غنیمت اور عزت کے ساتھ کامیاب ہونا۔

ماں کی نصیحت کے مطابق چاروں بیٹے میدان میں اترتے ہیں۔ رجزیہ اشعار پڑھتے آگے بڑھتے ہیں۔ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

جب ماں کو بیٹوں کے شہید ہونے کی خبر ملتی ہے۔ تو وہ کہتی ہے۔

الحمد للہ الذی شرفنی بقتلھم وارجو من ربی ان یجمعنی لھم فی مستقر رحمتہ [1]

سب تعریفیں اس اللہ کے ہیں جس نے مجھے ان کی شہادت کے شرف سے نوازا یعنی شہداء کی ماں بنایا۔ میں اپنے رب سے امید رکھتی ہوں کہ وہ مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کی جگہ میں جمع کرے گا۔

چونکہ باپ اپنے کام کاج میں مصروف رہتا ہے۔ صبح گھر سے جاتا ہے اور شام کو واپس لوٹتا ہے۔ گھر کے خرچ اخراجات کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال ایسی نہیں کرسکتا جیسی کہ ماں کرسکتی ہے۔ لہٰذا مسلمان ماں پر فرض ہے کہ بچپن میں اولاد کی تربیت اسلامی تعلیم کے مطابق کرے تاکہ اولاد بڑی ہوکر اسلامی معاشرے میں بھرپور کردار ادا کرسکے۔

عورت بحیثیت بیٹی

اسلام سے پہلے عربوں میں عام معمول تھا کہ ان کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ درگور کردیا جاتا اور اس کے دو طریقے تھے۔

احدھما ان یامر امرأتہ اذا قرب وضعھا ان تطلق بجانب حفیرۃ فاذا وضعت ذکرا ابقتہ واذا وضعت انثی طرحتھا فی الحفیرۃ۔

---

[1] اسد الغابہ: ص۹۰: جلد۷، الاستیعاب: ص۷۲۵، الاصابہ: ص۶۶: جلد۸۔

ومنهم من كان اذا صارت البنت سداسيه قال لامها طيبيها وزينيها لاركب بها اقاربها ثم يبعد بها فى الصحراء حتى ياتى بئرا فيقول لها انظرى فيها ويدفعها من خلفها ويطمها[1]

ایک یہ تھا کہ مرد اپنی بیوی کو وضع حمل کے وقت حکم دیتا کہ کسی گڑھے کے کنارے چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ گڑھے کے کنارے بچہ جنتی۔ اگر بیٹا ہوتا تو اسے زندہ رکھتی۔ اگر بیٹی ہوتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب بیٹی چھ سال کی ہو جاتی تو مرد اس کی ماں سے کہتا اس کو بناؤ سنوارو۔ میں اس کو لے کر اس کے رشتہ داروں سے ملنے جا رہا ہوں۔ وہ اسے لے کر صحراء میں دور تک چلتا۔ یہاں تک کہ ایک کنویں پر آتا اور بیٹی سے کہتا کہ کنویں میں دیکھو۔ جب وہ کنارے پر آکر کنویں میں جھانکتی تو اس کو پیچھے سے دھکا دے دیتا۔

امام ابو محمد دارمی نے سنن دارمی کی ابتداء ہی جہالت میں لڑکیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک سے کی ہے۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔

انا كنا اهل الجاهلية وعبادة الاوثان فكنا نقتل الاولاد وكانت عندى ابنة فلما اجابت وكانت مسرورة بدعائى اذا دعوتها فدعوتها يوما فاتبعتنى فمررت حتى اتيت بئرا من اهلى غير بعيد فاخذت بيدها فرديت بها فى البئر وكان اخر عهدى بها ان تقول يا ابتاه يا ابتاه۔

فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكف دمع عينيه فقال له رجل من جلساء رسول الله صلى الله عليه وسلم احزنت

---

[1] فتح الباری: ص ۴۰۷: جلد ۱۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ کف فانہ یسأل عما اھمہ ثم قال لہ اعد علی حدیثک فاعادہ فبکی حتی وکف الدمع من عینیہ علی لحیتہ ثم قال لہ ان اللہ قد وضع عن الجاھلیۃ ما عملوا فاستأنف عملک [1]

اللہ کے رسول ہم جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے بتوں کی پوجا کرتے اور اپنی اولادوں کو قتل کیا کرتے تھے میری ایک بیٹی تھی

جب میں اسے بلاتا تو میرے بلانے پر وہ بڑی خوش ہوتی - ایک دن میں نے اسے بلایا تو میرے پاس آئی میں اسے لیے ہوئے اپنے ایک قریبی کنویں پر آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں دھکیل دیا۔ آخری بات میں نے اس کی جو سنی وہ یہ تھی۔ اسے میرے اباجان اسے میرے اباجان۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن کر اتنا روئے کہ آپ کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے کسی نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محزون کر دیا ہے۔ آپ نے اسے روکا اور فرمایا بے شک وہ اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے جس نے اسے غم میں ڈال رکھا ہے آپ نے اس سے فرمایا۔ اپنی بات کو دہراؤ۔ اس نے جب اپنی بات کو دوبارہ دوہرایا تو آپ پھر اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ بے شک اللہ نے جہالت کے زمانے کے عملوں کو معاف فرما دیا ہے۔ اپنے عملوں کا نئے سرے سے آغاز کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے بیٹی کو زندہ درگور کیا وہ قیس بن عاصم تھا۔

وکان بعض اعد ائہ آغا رعلیہ فاسر بنتہ فاتخذھا لنفسہ

---

[1] دارمی: ۳-۴

ثم حصل بينهم صلح فخير ابنته فاختارت زوجها فالى علی نفسه الا تولد له بنت الا د فنها حية فتبعه العرب [1]

اس کے دشمنوں میں سے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا اور اس کی بیٹی کو قیدی بنانے کے بعد اپنی بیوی بنا لیا کچھ عرصہ کے بعد ان کے درمیان صلح ہو گئی۔ اس نے اپنی بیٹی کی واپسی کا جب تقاضا کیا تو دشمن نے اس کی بیٹی کو اختیار دے دیا۔ چاہے تو اس کے پاس رہے چاہے تو باپ کے ساتھ چلی جائے۔ بیٹی نے خاوند کے پاس رہنے کو ترجیح دی قیس نے قسم کھائی کہ جب بھی اس کے پاس بیٹی ہو گی وہ اسے زندہ دفن کر دے گا۔ پس اس نے ایسا کیا اور اہل عرب نے اس پیروی کی۔

حضرت قیس بن عاصم تمیمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کیا انی وادت اثنتی عشرة بنتاً او ثلاث عشرة بے شک میں نے بارہ یا تیرا بیٹیوں کو زندہ دفن کیا [2]

قرآن حکیم نے جہالت کے زمانے میں عربوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ کھینچا ہے۔ واذا بشر احدهم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو كظيم o يتوارى من القوم من سوء ما بشر به ایمسکه علی هون ام یدسه فی التراب الا ساء ما یحکمون [3]

ان میں سے کسی کو جب لڑکی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے غصے کو دباتا ہے۔ قوم سے اس وجہ سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس

---

[1] فتح الباری: جلد ۱۰: ص ۴۰۶
[2] اسد الغابہ: ص ۴۳۳: جلد ۴
[3] النحل: ۵۸-۵۹

برائی کی بشارت دی گئی۔ پھر وہ سوچتا ہے آیا ذلیل و رسوا ہونے کے لیے اس کو زندہ رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔ ارشاد ہوتا ہے آگاہ ہو جاؤ۔ وہ بڑا فیصلہ کرتے ہیں۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بیٹی کی کفالت کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت سے جانے کیلئے کوشاں ہو گئے۔

عمرۃ القضاء کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ روانہ ہوتے ہیں تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ کے پیچھے یا عم عم کہتے ہوئے آتی ہے۔

فتناولها علي فاخذ بيدها وقال لفاطمة دونك وابنة عمي وابنة عمك حملتها فاختصم فيها علي وزيد و جعفر قال علي انا اخذتها وهي ابنة عمي وقال جعفر ابنة عمي وخالتها تحتي وقال زيد ابنة اخي فقضى بها النبي صلى الله عليه وسلم لخالتها قال الخالة بمنزلة الام [1]

پس علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں اس کو ساتھ بٹھاؤ۔ یہ میرے اور تیرے چچا کی بیٹی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ کی بیٹی کو ساتھ بٹھا لیتی ہیں۔ بعد میں اس بیٹی کی کفالت کے لیے علی رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے۔ علی کہتے ہیں میں نے اسے ساتھ لیا تھا اور میرے چچا کی بیٹی ہے جعفر نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے دلیل دی کہ یہ میرے دینی بھائی کی بیٹی ہے لہٰذا میں کفالت کا زیادہ حقدار ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ یہ اپنی خالہ کے پاس جائے گی کیونکہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک وقت تھا کہ ماں کی کوئی عزت نہ تھی۔ بیٹی کو زندہ دفن کر دینا ایک

---

[1] بخاری: ص ۶۱۰

فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر اسلام کی برکت سے ایسا وقت آیا کہ ایک بیٹی کی کفالت کے لیے صحابہ میں جھگڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو بھی ماں کا درجہ عطاء فرمایا۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اللہ کے رسول مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ ہوا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا۔ جی نہیں آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری خالہ حیات ہے؟ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا۔ جا اپنی خالہ سے نیکی کر[1]

بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کرنے والے کو جو بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عال جارتین دخلت انا وھو الجنة کھا تین فارشا باصبعیه[2]

جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی۔ وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔ پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں درمیانی اور سبابہ کو ملایا۔

عائشہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ابتلی بشیٔ من البنات فصبر علیھن کن له حجابا من النار[3]

---

[1] ترمذی: ص ۲۰: جلد ۲۔

[2] ترمذی: ص ۲۱: جلد ۲۔

[3] ترمذی: ص ۲۱: جلد ۲۔

بیٹیوں کے سلسلہ میں جو شخص آزمائش میں ڈالا گیا۔ پھر اس نے صبر کیا۔ تو اس کا صبر کرنا آگ سے بچانے کا سبب ہوگا۔

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن او احسن اليهن فله الجنة [1]

جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی۔ ان کو مؤدب بنایا اور ان کی شادی کی یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس کے لیے جنت ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ کی ہی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يوثرها ولده عليها قال يعني الذكور ادخله الله الجنة [2]

جس کی کوئی لڑکی تھی۔ پس اس نے لڑکی کو نہ زندہ دفنایا۔ نہ اس کی اہانت کی اور نہ ہی لڑکوں کو لڑکی پر ترجیح دی۔ اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے جو بیٹیوں سے محبت کرنے اور ان کی اچھی طرح پرورش کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ بیٹی ہی جوان ہو کر بیوی بنتی ہے۔ اولاد جننے کے بعد ماں بنتی ہے۔ اگر بیٹی کی پرورش صحیح ہوگی۔ اس کو عمدہ تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے گا تو وہ اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہوگی۔ بعض بیٹیوں پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے۔

ایک رات حضرت عمر فاروقؓ معمول کے مطابق مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھوم

---

[1] ترمذی، ص ۲۱: جلد ۲۔

[2] ترمذی: ص ۲۱: جلد ۲

یہ تھے کہ ایک عورت کی آواز سُنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی اُٹھو دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے جواب دیا۔ اماں ایسا مت کرو معلوم نہیں کہ امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے اس کام سے منع کر رکھا ہے ماں کہتی ہے۔ بیٹی امیر المومنین کو اس کا علم کیسے ہوگا؟ بیٹی نے ماں سے کہا: اماں اگر امیر المومنین نہیں دیکھ رہے تو امیر المومنین کا رب، رب العالمین تو دیکھ رہا ہے۔

صبح ہوئی تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق نے اپنے بیٹے عاصمؓ سے فرمایا۔ فلاں گھر والوں کے پاس جاؤ۔ وہاں ایک لڑکی ہے۔ اگر اس کا کہیں رشتہ طے نہیں ہوا تو تم پیغام بھیج دو شاید کہ اللہ تمہیں اس سے نیک بابرکت اولاد عطا فرمائے۔

عاصم حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس لڑکی سے ان کی شادی ہو جاتی ہے ان کے ہاں ایک بیٹی ہوتی ہے۔ جب وہ جوان ہوتی ہے تو اس کی شادی عبدالعزیز بن مروان سے ہو جاتی۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے جسے تاریخ اسلام میں عمر بن عبدالعزیز کے نام سے پکارا جاتا ہے لہ

جہاں والدین پر بیٹیوں کی اسلامی تعلیم کے مطابق تربیت کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہاں مسلمانوں کی بیٹیوں کو بھی خیال رکھنا ہوتا ہے کہ کہیں ان سے ایسا کام نہ ہو جائے جس کی وجہ سے خاندان کی بدنامی ہو اور اللہ ناراض ہو جائے۔ بلکہ مسلمان بیٹیوں کو صحابیاتؓ کے معاملات زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ زوال پذیر معاشرہ کو سدھارنے کا عزم کرنا چاہیئے۔ قوم کی بیٹیاں یقیناً معاشرے کی اصلاح میں بڑا ہی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں اچھی بیٹی کا کام ہے کہ دینی اور دنیوی تعلیم کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مہارت پیدا کرے۔ گھر کو چلانے کے طریقہ و سلیقہ پر خاص توجہ دے۔ فارغ وقت میں سلائی کڑھائی اور دوسرے مفید کاموں پر دھیان دے۔ کفایت شعاری کے اصول کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھے۔ کیونکہ آنے والے وقت میں نہ جانے اسے کس گھر میں جانا ہے۔ اگر اچھی باتوں اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے

لہ مرقاة: ص ۳۱۱: جلد ۱۱

کی عادت پڑ جائے تو زندگی ہمیشہ ہی خوبصورت اور خوشگوار رہے گی۔

عورت بحیثیت بہن

زمانہ جہالت میں جب ماں بیوی اور بیٹی کی کوئی عزت نہ تھی تو بہن کی کیا عزت ہونی تھی؟ عربوں کے ہمسائے ایران میں بہن بھائی کی شادی کا رواج بھی پایا جاتا تھا۔ چنانچہ اسلام نے جہاں ماں، بیوی اور بیٹی کو عزت و شرف سے نوازا وہاں بہن کو بھی پیچھے نہ رکھا۔ بلکہ بیٹی کے ساتھ بہن کا بھی ذکر کیا۔

ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من کانت لہ ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ [1]

جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں۔ پھر اس نے ان کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کی اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈر گیا۔ پس اس کے لیے جنت ہے۔

یہی وجہ تھی کہ صحابہ اپنی بیٹیوں کا خیال رکھنے کے ساتھ بہنوں کی بھی دیکھ بھال کا حق ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

ھل نکحت یا جابر؟ قلت نعم قال ماذا ابکرا او ثیبا؟ قلت لا بل ثیبا قال فھلا جاریۃ تلاعبک قلت یارسول اللہ ان ابی قتل یوم احد وترک تسع بنات کن لی تسع اخوات فکرھت ان اجمع الیھن جاریۃ

---

[1] ترمذی: ص ۲۱، جلد ۲ ایضاً ابوداؤد: ص ۷۰۱، احمد: ص ۴۲، جلد ۳

خرقاء مثلهن ولكن امرأة تمشطهن وتقوم

عليهن قال اصبت [1]

اے جابر کیا تم نے نکاح کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں - آپ نے فرمایا۔ کنواری سے یا ثیبہ [2] سے - میں نے عرض کیا - ثیبہ سے -

آپ نے فرمایا تو نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ وہ تجھے خوش کرتی - میں نے عرض کیا - اللہ کے رسول میرا باپ جنگ احد میں شہید ہوا اور نو بیٹیاں چھوڑ گیا - جو میری نو بہنیں ہوئیں مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میں ان کے ساتھ ان کی مثل ایک اور ناسمجھ لڑکی جمع کر لیتا - میں نے چاہا کہ ایسی عورت لاؤں جو ان کی کنگھی کرے اور ان کی اچھی دیکھ بھال کرے - آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا -

قال بارك الله لك او قال لی خیرا

آپ نے فرمایا - اللہ کی برکتیں ہوں تجھ پر یا آپ نے میرے لیے اچھی بات ارشاد فرمائی -

اسلام نے بھائی کو اپنی بہن سے نہ صرف شادی کرنے سے روکا بلکہ کسی شخص کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرے - جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے -

ان تجمعوا بین الاختین [2]

تمہارے اوپر حرام ہے کہ تم اپنے نکاح میں دو بہنیں جمع کرو -

یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ بھائیوں کے ساتھ بہنوں نے بھی عزت پائی اور

---

[1] بخاری : ص ۵۸۰ مسلم : ص ۴۷۴ : جلد ا

[2] سورۃ النساء : آیت ۲۳

بھائیوں کو بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔

وراثت میں عورتوں کا حصہ

اسلام سے پہلے وراثت میں عورت کے حصہ دار ہونے کا تصور ہی نہیں پایا جاتا تھا۔ اسلام نے بیوی۔ ماں۔ بیٹی اور بہن کی حیثیت کو تسلیم کروانے کے ساتھ وراثت میں بھی حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک وان کانت واحدة فلها النصف ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان کان له اخوة فلامه السدس من بعد وصیة یوصی بها او دین اباؤکم وابناءکم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا فریضة من الله ان الله کان علیما حکیما ہ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بها او دین ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین وان کان رجل یورث کللة او امرأة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس [1]

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولادوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔ ایک مرد کا حصہ دو عورت کے حصوں کے برابر ہوگا۔ اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے دو تہائی ہے جو میت نے چھوڑا۔ اگر ایک ہو تو آدھے ترکے کی وارث ہوگی اور

---

[1] سورۃ النساء: آیت ۱۱-۱۲۔

والدین کے لیے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اس میں سے جو چھوڑا اگر اس کی اولاد ہو۔ اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہوگا۔ اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو پھر ماں کو $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔ لیکن یہ وصیت پر عمل کرنے اور میت کا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگا۔ باپوں اور بیٹوں میں کون زیادہ تمہیں نفع دینے والا ہے اس کے بارے میں تم نہیں جانتے۔ ترکے کو وارثوں میں تقسیم کرنا یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کی میراث میں سے تمہارے لیے نصف ہے۔ اگر ان کی اولاد ہو تو پھر تمہارے لیئے چوتھائی حصہ ہے۔ وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اس میں سے جو انہوں نے پیچھے چھوڑا ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کے لیئے چوتھائی حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر ان کے لیے $\frac{1}{8}$ حصہ ہے اس میں جو تم چھوڑو قرضہ کی ادائیگی اور وصیت کے مطابق عمل کرنے کے بعد۔ اگر مرد یا عورت اس حال میں فوت ہو کہ اس کا باپ ہو اور نہ ہی بیٹا لیکن اس کا بھائی یا بہن موجود ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا چھٹا حصہ ہے۔

کلالہ کے بارے میں دوسرے حکم کے مطابق بھائیوں اور بہنوں کے درمیان وہی قانون لاگو ہوگا جس کا ذکر آیات میراث کے آغاز میں کر دیا گیا۔ یعنی مرد کے لیے دو حصے اور عورت کے لیے ایک پہلے حکم میں اخیافی ارشاد ہوتا ہے۔ اور دوسرے میں عینی بہن بھائیوں کا ذکر ہے۔

يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة ان امرؤ هلك
ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها
ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثن
مما ترك وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر
مثل حظ الانثيين [1]

---

[1] سورة النساء: آیت ۱۷۶

آپ سے سوال کرتے ہیں ۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ کلالہ کے بارے حکم دیتا ہے ۔ اگر مرد اس حال میں فوت ہو کہ اس کی اولاد نہ ہو لیکن اس کی بہن ہو تو بہن کے لیے نصف حصہ ہوگا اس میں سے جو میت نے چھوڑا ۔ اسی طرح اگر بہن بے اولاد فوت ہو جائے تو بھائی اس کا وارث ہوگا ۔ اگر دو بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی کی وارث ہوں گی ۔ اگر بھائی بہن زیادہ ہوں تو ان میں سے ہر مرد کو دو حصے اور ہر عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا ۔

آیت میراث سے معلوم ہوگا کہ اسلام نے مسلمان عورتوں پر کتنا بڑا احسان کیا کہ مال اور جائداد کے معاملے میں بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ بیوی ، ماں ۔ بیٹی اور بہن اپنی اپنی حیثیت میں اپنا حق پاتی ہوئی نظر آتی ہے ۔ جہاں اسلام نے ان کو حقوق سے نوازا ہے وہاں ان پر عائد ہونے والے حقوق کو ادا کرنے کا فریضہ بھی عائد کیا ہے ۔ فریضہ کی ادائیگی کی صورت میں اجر عظیم اور جنت کی بشارت دی ہے ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ